مولانا ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

مصنف عبدالرزاق کی تحقیق

چند طالب علمانہ معروضات

محدث جلیل حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کی تحقیقاتِ حدیث وتدوین مآخذ ہمارے لیے باعث افتخار ہیں۔ انہوں نے متعدد مآخذ ومصادر کے مخطوطات کو دنیا بھر کے کتب خانوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا اور اپنی تحقیق سے چھاپا۔ ان میں حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانیؒ (۱۲۶/۷۴۴۔۲۱۱/۸۲۶) کی المصنف بھی ہے۔ سرورق اور مقدمہ محقق کے مطابق محدثِ محقق نے اس کی نصوص کی تحقیق کی، اس کی احادیث کی تخریج کی اور اس پر تعلیقات لکھیں۔ بلاشبہ اس تدوین مآخذ کے کام میں انہوں نے عالمی معیار کو برقرار رکھا اور محدثین قدیم کا طریقہ برتا۔

خاک سار راقم کو ایک حوالے کی تلاش کے دوران اس عظیم تحقیق کا مطالعہ کرنے کی سعادت ملی، وہ حوالہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی خانہ آبادی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے طعام نکاح کی سنت کے ضمن میں تھا۔ کتاب المغازی کے آخر میں ''تزویج فاطمہؓ'' کا باب ہے اور اس کی حدیث ۹۷۸۲ میں اس کا ذکر ہے، اس میں ایک اہم فقرۂ حدیث پر محدث جلیل نے کوئی تعلیقہ نہیں لگایا۔ مجھ جیسے خاک سار کو قیاس سے کام لینا پڑا، المصنف کی اس پانچویں جلد کا مطالعہ اپنی معلومات کی خاطر کر گیا اور کئی مقامات پر ان میں اضافہ بھی ہوا۔ متعدد نئی احادیث میں جن کا ذکر صحاح ستہ میں یا دوسری کتبِ متداولہ میں نہیں ہے۔ ان میں سے بعض تو بہت اہم ہیں کہ وہ صحیح بخاری کی احادیث کی شواہد وتوابع بن جاتی ہیں۔ حضرت محقق

نے اپنی تعلیقات میں ان کا ذکر فرمایا ہے، یا یہ قول حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی امام بخاری نے ابن اسحاق کی بعض روایات قبل بعثت کی طرح امام عبدالرزاق کی احایث کے شواہد جمع کیے ہیں۔ اسی کے ساتھ ان مقامات خاص اور دوسرے مقامات عام پر تحقیق خاص کر تعلیق کے باب میں اپنی کم علمی کی وجہ سے خلجان بھی ہوا۔ اس کو دور کرنے کی خاطر یہ مضمون بہ طور معروضہ لکھا ہے، تاکہ محققینِ حدیث وتدوینِ کتب غور فرمائیں اور تدارک بھی کریں۔

مخطوطات کی تدوین وترتیب وتحقیق میں چند اصول جدید عہد میں خاص کر تمام محققین کے مدِنظر رہے ہیں۔ حضرت محققؒ نے ان کا خاص خیال رکھا ہے اور مختلف مخطوطات اور مطبوعات سے متون کے اختلافات وفروق کو بیان کیا ہے، مخطوطات پیش نظر کے اختلافات (Variatious) سے بحث نہیں کرسکتا کہ وہ خاک سار کے پیش نظر نہیں۔ اسی طرح تخریج احادیث کے باب میں بحث نہیں کرنا چاہتا کہ اس میں محقق گرامی نے اپنی جودت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ ہم خاکسارانِ علم وادب کو اصل بحث تعلیقات سے ہوتی ہے کہ ان سے متونِ حدیث کے معانی کی توضیح ہوتی ہے، بلاشبہ اکثر وبیشتر مقامات پر حضرت محققؒ نے شان دار تعلیقات سے اپنی تحقیقِ المصنف کو چار چاند لگائے ہیں۔ متعدد مقامات مگر ایسے بھی ہیں جہاں کم نظری نے تلاشِ تعلیقات میں معانی وتشریحات میں تشنگی پائی۔

تعلیقات مآخذ ہماری طالب علمانہ فہم کے دائرے میں چند چیزیں آتی ہیں جن کو عناوین بنانا صحیح ہے۔ اول مشکل لفظ وتعبیر کی سادہ زبان اور عام فہم طریقے میں تشریح اور وہ بھی اس لفظ وتعبیر کے اولین ورود کے موقع پر۔ دوم ایک سے زائد بار ایک ہی لفظ وتعبیر کی تشریح میں محققین اول مقام کا حوالہ دے دیتے ہیں یا پھر تشریح کر دیتے ہیں۔ متن حدیث میں کوئی فقرہ، جملہ یا لفظ آجائے اور اس کے معانی واضح نہ ہوں تو ان کی وضاحت پر تعلیقات لازمی ہیں۔ شخصیات ورُواۃ خاص کر جن کا ذکر متنِ حدیث میں آتا ہے ان کی بابت مختصر سوانحی خاکہ اور ماخذ کا ذکر بھی ہونا چاہیے۔ اس طرح مقامات خاص کر غیر مشہور مقامات کی تحقیق وتعیین بھی تحقیق وتدوین میں ان کے مآخذ کے ساتھ ضروری سمجھی جاتی ہے۔ زیرِ تحقیق کتاب حدیث میں اگر مشہور کتب حدیث کی تائیدی حدیث آگئی ہے یا اس کی مخالف ہے تو اس پر تعلیقہ لازمی ہے۔

عبارت متن کی تصحیح

نصوص ومتون کے مخطوطات میں بسا اوقات بیاض ہوتے ہیں یا عبارات کے الفاظ وکلمات کا املا مشکل ہوتا ہے، اس مشکل کا حل محققین کرام اس طرح نکالتے ہیں کہ بیاضات کو مختلف مخطوطات یا دوسرے مآخذ پر کرتے ہیں۔ نا قابلِ فہم کی عبارتوں، فقروں اور لفظوں کو ان کی مدد سے یا اپنی فہم اور اپنے مطالعہ وذوق صحیح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے مرتبہ وتحقیق متن میں بہرحال وہ صحیح عبارتیں دیتے ہیں اور غلط یا مشکل یا نا قابل فہم عبارتوں کو اپنے حواشی میں جگہ دیتے ہیں۔ بیاضات کی تسوید قابو سے باہر ہوتی ہیں تو ان کو جوں کا توں چھوڑ دیتے ہیں اور حواشی میں ان کی نشان دہی کرتے ہیں۔

مصنف عبدالرزاق کے محقق گرامی نے بالعموم ان ہی معلوم ومقبول طریقوں کو اختیار کر کے متن کی تصحیح کی ہے۔ لیکن وہ بسا اوقات نا قابل فہم یا لاینحل قسم کی عبارتوں کو متن میں باقی رکھتے ہیں اور حواشی میں ان کی تصحیح فرماتے ہیں۔ جیسے حدیث: ۹۰۰۳ میں فقرہ متن ہے:

فلا أعرفن ما سعلم احدا

میں مؤخر الذکر نشان زدہ کو حاشیے میں صحیح کیا ہے۔ اس تصحیح متن میں اور بھی بعض اشکالات ہیں۔ اس تصحیح متن کو خالص متن میں آنا چاہیے ورنہ متن کی تصحیح نہیں ہوسکتی۔ ایسی چند اور بھی مثالیں ہیں: حدیث: ۹۱۱۸ میں **خیر وادیین فی الناس ذی مکة** صحیح نہیں ہے، تعلیقہ میں سنن سعید سے اسے وادی مکہ کیا ہے۔

ایک لفظ وتعبیر کی دوقرأت

متن میں وارد الفاظ تعبیرات میں سے کسی پر اختلاف ہونے کی صورت میں محقق دو یا زائد میں سے صرف ایک کو جس کو صحیح سمجھتا ہے برقرار رکھتا ہے اور حواشی وتعلیقات میں ان کے اختلافات کو بیان کر دیتا ہے۔ محقق گرامی بسا اوقات ایک ہی حدیث میں ایک لفظ یا فقرہ وتعبیر کی دو دو قرأت برقرار رکھتے ہیں، اور تعلیقات میں گومگو کا انداز اختیار فرماتے ہیں جیسے حدیث المصنف: ۹۶۳۱: میں ہے: ان خیار امتی اصحاب الکهف (۲)، قالوا: وما اصحاب الکلف ء؟ (۳) ان دونوں کے حاشیہ/تعلیقے ہیں ''الکلف ء'' کو صواب بنانے کے باوجود شبہ موجود ہے۔ (۲۸۶/۵)

الفاظ وتعبیرات کی تشریحات

حضرت محقق نے اس باب میں ایسا لگتا ہے کہ تین طریقے اختیار فرمائے ہیں:

ا۔ایک وہ متعدد الفاظ وتعبیرات کی تشریح فرماتے ہی نہیں۔

۲۔دوسرے بسا اوقات تشریح کرتے ہیں اور اول مقام پر وارد پر کرتے ہیں۔

۳۔تیسرے اول مقامِ ورود پر تشریح وتعلیق رہ جاتی ہے، اور وہ بعد میں کسی دوسرے یا بعد کے مقام پر پیش فرماتے ہیں۔ان تینوں طریقوں کی چند مثالیں صرف اسی پانچویں جلد المصنف سے پیش کی جاتی ہیں۔

بلاتشریح مشکل الفاظ وتعبیرات

حدیث المصنف: حدیث المصنف: ۸۸۰۲: "تعرت اعینهم بالفضل بعد المغفرة" کی شرح نہیں ہے۔اس حدیث: ۸۸۰۵:"فأتنف عملك" کی شرح ندارد ہے، جب کہ موطا کا حوالہ ہے، جب کہ اس حدیث میں "یتضایقون" اور فضاعظت" کے معانی دیے ہیں۔

ایسی بہت سی مثالیں جیسے حدیث: ۸۸۱۳، حدیث: ۸۸۳۱ میں طالحکم کے معنی نہیں لیکن المغفرۃ جیسے آسان لفظ کے معنی بیان کیے ہیں۔حدیث: ۸۸۳۵،او کارھا کے معنی نہیں ہیں جب کہ یدفون کے معنی دوسری بار آئے ہیں۔حدیث: ۹۰۶۵ میں یتوخی کا معنی ندارد ہیں جب کہ حافظ ابن حجر نے حدیث بخاری: ۵۰۶ میں اس کے معنی دیے ہیں: ''أی یقصد''۔ حدیث: ۹۱۰۶ میں "کانت الکعبة ...... مبنیة بالرضم (۲) لیس فیها مدر" میں اول الذکر کی تشریح ناکافی ہے اور مؤخر الذکر کی ندارد۔حدیث: ۹۱۱۰: ''یتصلع'' کا معنی ندارد، نیز حدیث: ۹۱۱۱ ''یتصلعون''، حدیث: ۹۱۹۲: ''نکبت، نحبت'' وغیرہ الفاظ کے علاوہ ''صاغنا'' ''قیونا'' کے معانی بھی نہیں دیے ہیں۔ایسے الفاظ وتراکیب کثرت سے ہیں، جن کے معانی تشریح طلب رہ گئے ہیں۔

اول مقام ورود کے بعد تشریح محقق۔ تحقیقِ متن کا قاعدہ یہ ہے کہ مشکل الفاظ وتعبیرات کی تشریح ان کے اولین مقامِ ورود پر کی جاتی ہے، بھول چوک سے وہ دوسرے اور بعد کے

مقام پر بھی کی جاتی ہے لیکن قاعدے کی عام رعایت کی جاتی ہے۔ محقق گرامی بسا اوقات اس رعایت کا لحاظ نہیں فرماتے: مثلاً حدیث: ۸۸۰۵ میں ''فا نتف'' کے معنی نہیں بیان کیے، اور اگلی حدیث میں فائنتفضوا کے معنی حاشیے ۸ میں دیے ہیں: حدیث ۹۱۱۱ میں یتضلع کے معنی دیے ہیں اول مقام کے بعد۔

متون حدیث کے غیر واضح فقروں پر تعلیقات

عام طور سے شارحین کرام متون حدیث کے غیر واضح لفظوں اور فقروں کی تشریح ضرور کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں کیا ہے اور دوسرے شارحین کی طرح حضرت محققؒ نے بھی بالعموم کیا ہے۔ مگر بعض اوقات و مقامات پر حضرت محققؒ نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جب کہ طالب علموں کو وہ مقامات تشنہ لگتے ہیں۔ مثلاً حدیث المصنف: ۹۷۸۲ میں مذکورہ بالا طعامِ نکاح میں یہ ہدایتِ نبوی ملتی ہے:"فات الغنم، فخذ شاة، و اربعة امداد أو خمسة، فاجعل لی قصعة لمعلی اجمع علیها المهاجرین و الأنصار......" اس میں " اربعة امداد أو خمسه" کی تشریح بہت ضروری ہے کہ عام قاری اور علما بھی اس کا کامل مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔ قیاس سے ہم نے سمجھ لیا کہ اس سے مراد چار پانچ مد جو یا گیہوں ہے۔ دوسری تشریح یہ بھی ضروری ہے کہ ان ''مدوں'' کا بکری کے گوشت سے قصعہ کے اندر کیا تعلق تھا یا وہ قصعہ کے باہر تھا۔ تیسرا مسئلہ قصعہ کی تشریح کا ہے۔ لغوی معنی بالعموم پیالے کے بتا دیے جاتے ہیں حال آں کہ وہاں پیالہ مراد نہیں ہے بل کہ ایک بڑی لگن مراد ہے۔ جس میں دس بارہ سیر/کلو کی بکری کا گوشت اور چار پانچ مد جو/اناج لیا جائے۔ کھانے کی ترکیب کا پتہ لگانا دشوار ہے۔

اسناد و متون میں تعیینِ اشخاص

بالعموم محققینِ متون غیر معروف یا غیر واضح اشخاص و رُواۃ کی تعیین کرتے ہیں، حضرت محققؒ نے بھی کی ہے۔ مگر اسناد میں وارد اشخاص و رُواۃ کا ذکر خیر یا قطعی تشخیص ذرا کم کرتے ہیں جب کہ بسا اوقات ضروری ہو جاتی ہے۔ اس کی چند مثالیں حاضر ہیں:

حدیث: ۸۹۳۵ میں صالح راوی کو مولی ''التومة'' کہا گیا ہے۔ ان دونوں کو تشخیص

وتعین نہیں کی۔

حدیث:۹۰۱۶ میں ہے:"...... **ان عائشه نزلت فی مسکن عتبة بن محمد بن الحارث**"۔اس کی تشریح نہیں کی۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ اور خواتین بھی طواف میں شریک رہی تھیں۔ان میں سے کسی پر کوئی تعلیقہ نہیں ہے۔ایسی ہی ایک حدیث:۹۱۰۴ ہے،جس میں حضرت ام کلثوم بنت عمروان کے ساتھ تھیں،ان کے بارے میں بھی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

حدیث:۹۰۱۸ میں مختلف اشخاص اور مقامات کا ذکر ہے لیکن ان کی شرح نہیں،دلچسپ بات ہے کہ ثبیر کا املا بتایا ہے:''ثبیر کأ میر''لیکن مقام کی تشریح نہیں کی۔

حدیث:۹۰۲۶ میں''......**عن الثوری عن ابی بکر بحق (۳)**......''پر کوئی تعلیقہ ہے نہ شرح،مؤخرالذکر صحیح بھی ہے،جب کہ حدیث:۹۰۳۱:میں راوی عبداللہ بن ابی ملیکہ پر ایک تعلیقہ موجود ہے۔اسی طرح حدیث:۹۱۴۰ میں امام عبدالرزاق کے راوی شیخ ابراہیم مکی کی تعین تہذیب سے کی ہے۔بالعموم وہ امام عبدالرزاق کے شیوخ ورواہ کی تعیین کرتے ہیں نہ تشریح۔

باب التعوذ بالبیت میں التعوذ کے معنی لکھے ہیں:''المراد الالتزام''۔یہ قابل بحث ہیں کہ التزام دوسری چیز ہے اور تعوذ دوسری۔بعد کی احادیث میں تعوذ کے معانی کی ترسیل کی گئی ہے کہ اس سے التزام ہی مرادلیا ہے۔

حدیث:۹۰۵۴:''دار یعلی عندالحناطین''اور''بنات غزوان''پر کوئی تعلیقہ ہے نہ تشریح۔

حدیث:۹۱۷۶:میں''ذوالسویقین''کی تشریح نہیں کی،اگر چہ بخاری کی تخریج کا ذکر کیا ہے،نیز:۹۱۷۷ کے صرف لغوی معنی بتائے ہیں،حدیث:۹۲۳۰ میں''شعب عبداللہ بن عامر''کی تشریح نہیں ہے۔حدیث:۹۳۱۳ میں''المنذر بن ابی حمیصه''پر تشریح نہیں ہے۔

حضرت محقق کہیں کہیں اسناد ومتون میں وارد اسماواعلام کی مختصر تشریح وتحقیق کرتے ہیں جس سے اور بھی تضاد نمایاں ہو جاتا ہے،مثلاً حدیث:۹۱۱۶ میں وارد زبید بلصلت کو ثقہ تابعین بتا کر ماخذ ترجمہ التعجیل لکھا ہے۔اسی طرح اگلی حدیث میں''تبیعاً''پر تعلیقہ ہے۔

مقامات واماکن کی تشریحات

جدید تدوین متون میں محقق کا طریقہ اور فریضہ یہ رہا ہے کہ وہ اماکن ومقامات کی مختصر تشریح معہ مآخذ کرتے ہیں۔ المصنف کے گرامی قدر محققؒ نے اس کا عام طور سے خیال رکھا ہے لیکن وہ بعض مقامات پر عام قارئین کا خیال نہیں رکھتے۔ مقامات کی تعیین وتشخیص میں بھی حضرت محققؒ نے کہیں کہیں گومگو کا طریقہ اپنایا ہے کہ یہ بھی صحیح ہے اور ممکن ہے کہ وہ یہ ہو ایسے مقامات واماکن جن کی تعیین وتشریح سرے سے نہیں کی ان کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

حدیث: ۹۰۱۶ وغیرہ میں ''ثبیر'' مسکن عتبہ، دار یعلیٰ وغیرہ کا حوالہ آچکا ہے۔

حدیث: ۹۱۰۹: ''ابوقبیس'' پر تعلیقہ نہیں ہے۔

حدیث: ۹۱۴۸: ''عتلۃ'' ''البوارک'' پر تعلیقات شرح ہیں نہ اس سے قبل کی حدیث ہے کئی الفاظ پر اشخاص پر۔

احادیث تعمیر کعبہ درخلافت ابن الزبیر: ۹۱۵۷ مابعد میں متعدد الفاظ کے معانی نہیں دیے نہ ان کی شرح کی ہے اور نہ اشخاص کی۔

وہ مقامات واماکن جن کی تشریح وتعیین میں انہوں نے گومگو کا طریقہ اختیار کیا ہے، یہ ہیں:

حدیث: ۹۱۰۳ میں ''مندل'' کا ذکر آیا ہے اس کو پہلے ''بلد باطند'' بتا کر فتح الباری کے حوالے سے فاکہی کی روایت میں ''بندر'' ہونا بھی بتایا ہے۔ اس پر ان کا تبصرہ وتعلیقہ دل چسپ ہے: فان کان مندل محفوظاً فذاك، و الا فاخشی أن یکون مصحفاً عن بندر۔ موصوف نے کسی ماخذ جغرافیہ سے تعیین نہیں کی اور ''بندر'' نکرہ اور .... معرفہ کا فرق بھی نہیں کیا۔

بعض اماکن مقامات کی تعیین ان کے مآخذ سمیت کی ہے جیسے حدیث: ۹۱۱۸ میں بر برھوت کو حضر موت کا قدیم بے پایاں کنواں محب طبری کے حوالے سے بتایا ہے اور اگلی حدیث میں حضر موت پر بھی تعلیقہ ہے۔

تخریج احادیث کا طریق مصنف

مصنف عبدالرزاق کے محقق گرامیؒ نے تخریج احادیث میں عام طور سے مقبول طریق

کی زیادہ تر پیروی کی ہے، وہ بیشتر ماخذ حدیث کے حوالے دیتے وقت ان کی اسناد، متن حدیث کے فرق اور کتب کی جلد وصفحہ وغیرہ بتاتے ہیں۔مگر ان معاملات میں وہ ایک طریق کی بہ جائے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ان کی وجہ سے حوالے تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے خاص کر وہ معتبر و متداول کتب حدیث کے حوالے سرسری دیے ہیں جیسے ''اخرجہ البخاری، اخرجہ الارزقی، فی الموطا، کذافی البخاری، مذکور فی الفتح وغیرہ''۔ان ناقص حوالوں کے سبب ان احادیث کی تلاش بہ جائے خود تحقیق ہو جاتی ہے۔ایسے عام اور سرسری حوالے بہت ہیں جیسے حدیث: ۸۸۰۵ کے باب میں ہے:''کذا فی الموطا'''' کمافی الموطا'' ان کا باب و کتاب نہیں دیا جب کہ اسی حدیث: ۸۸۰۵ کے اگلے فقرے کے لئے پورا حوالہ ہے: ''اخرجہ مالک ۱:۱۷۴''

حدیث:۸۸۳۱: میں''اخرجہ الطبرانی فی الکبیر'' ہے اور ۸۸۳۲:''فی الموطا'' کا ناقص حوالہ ہے، البتہ اس میں الموطا:۳۶۹ کا کامل حوالہ ہے۔حدیث:۸۸۳۹ میں''اخرجہ مسلم'' ہے اور حدیث: ۸۸۴۲''اخرجہ الشیخان'' ہے ایسے مقامات بہت ہے جہاں وہ پورا حوالہ نہیں دیتے۔ان کو خاص کر بخاری کے ابواب میں تلاش کرنا دردسر ہو جاتا ہے۔اس کی بعض دل چسپ مثالیں یہ ہیں: حدیث: ۹۰۶۵ میں''اخرجہ البخاری'' ہے اس میں حدیث بخاری یا باب کا ذکر ضروری ہے، کیوں کہ امام موصوف نے کتاب الحج کی متعدد احادیث کو کتاب الصلاۃ میں بھی بیان کیا ہے اور کتاب الحج کے ابواب میں بھی اور بسا اوقات وہ دونوں کتابوں میں سے صرف ایک ہی ملتی ہیں، جیسے موخر الذکر کتاب الصلاۃ کے''باب بلاعنوان'' میں ہے، اسی طرح مصنف عبدالرزاق کے محقق گرامیؒ اصل ماخذ کی روایت کسی دوسری کتاب سے اس پر بھروسے پر نقل کرتے ہیں، جیسے ابن حجر کی فتح الباری میں طبری وغیرہ کی روایات کا حوالہ دیتے ہیں یا کسی دوسرے مصنف کا حوالہ دیتے ہیں، بسا اوقات اصل ماخذ میں فرق بھی ہوتا ہے، جیسے فتح الباری میں مصنف عبدالرازق کی حدیث غزوہ روم میں''امرأۃ'' ہے جب کہ موجودہ متن میں''امرأۃ حذیفہ'' ہے۔

مختلف مخطوطات کے اختلافات کا معاملہ ہو یا متعدد کتب کی روایت کا تقابل ہو، بالعموم محققینِ کرام ان اختلافات کا ذکر اپنے حواشی میں کرتے ہیں اور ان میں سے جسے صحیح تر سمجھتے

ہیں، اسے متن میں رکھتے ہیں۔ تخریج احادیث کے معاملے میں بھی وہ دوسری کتب حدیث کی روایات کا فرق اور اختلافِ الفاظ ضرور بیان کرتے ہیں۔ محقق گرامیؒ نے اس عام معیاری اور مستند طریق تدوین کا لحاظ رکھا ہے، لیکن کہیں کہیں وہ اس کے خلاف بھی کر جاتے ہیں۔ وہ کسی لفظ یا اختلاف کی حتمی نشان دہی کرتے ہیں کہ فلاں ماخذ حدیث میں یہ لفظ ہے یا یہ فرق ہے حال آں کہ وہ ایک مخطوطہ کا فرق ہوتا ہے اور دوسرا محقق اسے تسلیم نہیں کرتا۔ ہونا یہ چاہیے کہ مختلف مخطوطات کے فروق کو بیان کریں جب کہ عام طور سے وہ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور مکہ میں حضرت ہاجرہ واسماعیل علیہما السلام کی آبادکاری سے متعلق حدیثِ مصنف عبدالرزاق ۹۱۰۷ اور حدیثِ بخاری ہیں: ۳۳۶۴ میں کمال کی مشابہت ہے اور اختلاف آخر میں ہے جس کا ذکر محققِ مصنف نے کیا ہے۔ مگر اس میں وارد ایک لفظ ''انس'' کی تخریج میں لکھ دیا کہ وہ بخاری میں "اُنَیس" ہے۔ محقق صحیح نے اپنی تدوین وتصحیح میں وضاحت کی ہے کہ ''نسخہ ق'' میں ''انیس'' ہے جب کہ نسخہ ص میں ''اِنس ہی ہے'' اور اسی کو برقرار رکھا ہے۔ محقق گرامیؒ کے تعلیقے سے غلط فہمی ہوتی ہے کہ بخاری کے کسی نسخہ میں ''انیس'' نہیں ہے، صرف ''انس'' ہی ہے۔ اسی طرح بخاری میں اس حدیث کی تخریج کے حصے کی نشان دہی اور اس کا نشان اس صحیح جگہ پر نہیں لگایا گیا۔

حدیث بخاری حضرت ابن عباسؓ کی سند سے یوں شروع ہوتی ہے: ''اول ما اتخذ النساء المنطق'' جب کہ مصنف میں ابتدا وآخر دونوں میں فرق ہے۔ حضرت محققؒ کی تعلیقات وحواشی اس حدیث میں بہت عمدہ ہیں لیکن بعض مقامات پر تشنہ بھی ہیں۔ اسی حدیث میں دو چار اہم ترین نکات کی طرف اشارے کی ضرورت تھی۔ ایک امام بخاریؒ نے اس حدیث کو امام عبدالرزاقؒ کی روایت وسند سے ایک شیخ کے واسطے سے لیا ہے۔ دوسرے اسے امام معمر نے ایوب اور کثیر بن کثیر کی مشترکہ روایت سے نقل کیا ہے، اور وہ دونوں ایک دوسرے کی حدیث پر اضافہ کرتے ہیں، تیسرے وہ آغاز میں حضرت سعید بن مسیب تابعی کے قول پر مبنی ہے، اور چوتھے وہ اصلاً حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے۔ اسی نکتے سے وہ مرفوع بنتی ہے اور امام بخاری نے اسی وجہ سے اس سے آغاز کیا ہے۔

مشہور روایات کی مخالف کی عدمِ تشریح

شارحینِ حدیث بالعموم مشہور ومقبول احادیث وروایات کے خلاف آنے والی روایات کی تشریح کرتے ہیں۔ مصنف عبدالرزاق کے محقق گرامیؒ نے بلاشبہ ایسی روایات واحادیث کی تحقیق کی ہے اوران پر اپنے تعلیقات بھی لکھے ہیں۔ لیکن وہ متعدد احادیث ومقامات میں مشہور ومستند روایات کے خلاف آجانے والی روایات کو بلاتعلیقہ چھوڑ دیتے ہیں۔ حال آں کہ وہ سامنے کی چیز ہوتی ہے۔ ایسا انہوں نے مختلف معاملات وموضوعات کے باب میں کئی مقامات پر کیا ہے۔

مثلاً حدیث: ۹۱۰۳ میں قریش کے سالانہ دو ''رحلات'' کی مشہور حدیث اوراس سے زیادہ مشہور آیت ہے۔ حدیثِ مصنَّف میں ان میں سے ''رحلۃ الشتاء'' کوشام کی طرف بتایا گیا اور ''رحلۃ الصیف'' کوحبشہ کی طرف۔ اس پر کوئی تعلیقہ نہیں ہے۔ حال آں کہ کتب تفسیر وحدیث اور مآخذ سیرت وتاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ گرمی کا سفر تجارت یمن کی طرف ہوتا تھا۔ روایات حدیث وتفسیر میں اس کی برعکس ترتیب بھی ہے جیسا کہ تفسیر سورۃ قریش میں ابن کثیر میں ہے، لیکن وہ بہ ہر حال شام ویمن کے ہی تھے، اس میں حبشہ کا سفر تجارتی شامل کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی تشریح ضروری ہے۔

رُواۃ صحابہ وشخصیات متون کی تعیین

مصنف عبدالرزاق کی کتاب الجہاد کے ''باب الغزو فی البحر'' کی حدیث: ۹۶۲۹ رانتہائی اہم ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ کی اہلیہ: امراۃ حذیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب/ رؤیا صالحہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے سمندر میں اپنی امت کے کچھ لوگوں یا قوم کو بادشاہوں کی طرح تخت شاہی پر متمکن بہ طور غازی دیکھا اور یہ دوبار رویا صادقہ دیکھا اور ہر بار جاگ کر تبسم فرمایا: راویہ صادقہ نے ''سبب ضحک'' پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غازیوں کی قلیل غنیمت اوران کی مغفرت کو وجہ پسندیدگی بتایا اوران کی درخواست پر ان کے لئے دعا کی کہ وہ ان غازیوں میں ہو جائیں۔ ان کے راوی حضرت عطا بن یسار فرماتے تھے کہ میں نے ان صحابیہ کو اس حدیث کا متن آگے ایک دوسرے عنوان کے تحت آتا

ہے کہ اس پر وہاں بحث زیادہ اہم ہے۔ حضرت محققؒ نے اس متن مصنف میں ''امرأة حذیفہ'' پر تعلیقہ لکھا ہے، نہ حضرت منذر بن الزہیر پر اور نہ ہی ان کے ارض روم کے غزوہ پر۔ ان کا خوف ایک طویل تعلیقہ ہے جس کا ذکر صحاح کے شواہد کے عنوان کے تحت آتا ہے، یہاں صرف یہ عرض کرنا مناسب لگتا ہے کہ حضرت محققؒ نے اپنے متن میں ''المنذر بن الزہیر'' کی کسی وجہ سے تصحیف کردی ہے۔ وہ حضرت المنذر بن الزہیر تھے، جیسا کہ امام تاریخ طبری نے بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق یہ سنہ ۴۸/ ۶۶۸۔۶۶۹ کا غزوۂ روم تھا، جس کے متعدد سالار تھے: حضرت عبدالرحمٰن القینی نے انطاکیہ پر موسم سرما میں حملہ کیا اور اسی سال موسم گرما میں حضرت عبداللہ بن قیس فرازی نے انطاکیہ پر غزوہ کیا۔ یہ دونوں سالار بری غزوات روم کے تھے۔

حسب دستور خلافت بحری حملوں کے سالار اعلیٰ حضرت خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید مخزومیؒ تھے اور ان کے دو ماتحت سالار تھے: اہل مصر کے سالار حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ تھے اور اہل مدینہ کے سالار حضرت منذر بن زہیر تھے۔ متن مصنف میں دراصل المنذر بن الزہیر ہونا چاہیے کیوں کہ ان کے غزوۂ روم کا ذکر ملتا ہے، حضرت منذر بن زبیر کے کسی غزوہ کا نہیں ہے۔

صحاح کی روایات کے شواہد

مصنفِ عبدالرزاق کی کتاب الجہاد کے باب الغزو فی البحر کی حدیث: ۹۶۲۹ کا متن ہے

۹۶۲۹:

عبدالرزاق عن معمر زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار أن امراة حذيفه قالت: نام رسول اللهﷺ ثم استيقظ وهو يضحك، فقلت: تضحك مني؟ يا رسول الله! قال : لا، ولكن من قوم امتي يخرجون غزاة في البحر، مثلهم كمثل الملوك على الاسرة، ثم نام، ثم استيقظ أيضاً، فضحك، فقلت: تضحك مني؟ يا رسول الله! فقال: لا، ولكن [من] قوم يخرجون من امتي غزاة في البحر، فيرجعون قليلة غنائمهم، مغفورا لهم، قالت: ادع الله لي ان يجعلني منهم،

قال: فدعاك، قال: فاخبرنا عطاء بن يسار قال: فرأيته فى غزاة غزاها المنذر بن الزبير الى ارض الروم وهى معنا، فماتت بارض الروم (۱)(۵/۲۸۵)

امام بخاری نے حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کی بنیادی حدیث امام بن مالک بن انس کی موطأ سے ہی اخذ کی ہے۔ اپنی سندوں سے اسے دوسرے ابواب و کتب میں بھی لائے ہیں۔ اس پر مفصل بحث وحی حدیث اور خلافت اموی میں کی گئی ہے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب الاستیذان کے باب من زار قوماً فقال عندہم کی حدیث بخاری: ۶۲۸۲۔ ۶۲۸۳ کی شرح میں مصنف عبدالرزاق کی اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے بھی اس کو اسی ''وجہ'' سے بیان کیا ہے، جس سے امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عطاء بن یسار کی سند سے یہ کہا ہے کہ ان سے ایک عورت نے بیان کیا ہے: ''ان امرأۃ حدثتہ'' اور اس کا متن پیش کیا ہے۔ اس کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ وہ حضرت ام حرام کے قصے کے علاوہ دوسرا قصہ ہے۔ واللہ اعلم (۱۱/ ۸۸)

اس سے قبل مختلف کتب حدیث جیسے مسلم، ابوطوالہ، احمد اور ابوداؤد کی روایات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے وغیرہ پر اختلافات نقل کیے ہیں۔ مصنف عبدالرزاق کی مذکورہ بالا حدیث میں راویہ کا نام ''امرأۃ حذیفۃ'' بیان کیا گیا ہے اور بعد میں حضرت عطاء بن یسار کا قول ہے۔ وہ قول یا مشاہدۂ حضرت عطاء بن یسار ثابت کرتا ہے کہ وہ حتمی طور سے دوسرا واقعہ ہے، جیسا کہ حافظ موصوف نے کہا ہے، اس میں یہ بیان ہے کہ حضرت ''امرأۃ حذیفہ'' کو حضرت عطاء بن یسار نے حضرت منذر بن زہیر کے غزوۂ روم کے دوران ارضِ روم میں وفات/ شہادت پاتے دیکھا تھا۔ اس واقعۂ تاریخی پر نہ تو حافظ ابن حجرؒ نے کچھ لکھا ہے، نہ ہی حضرتِ محققؒ المصنف نے۔ یہ بھی بہ ہر حال قابلِ غور واقعہ ہے کہ امام ابوداؤد نے کتاب الجہاد ''باب فضل الغزو فی البحر'' میں اس غزوۂ روم کے رویائے صادقہ سے متعلق تین احادیث نقل کی ہیں: ۲۴۹۰، ۲۴۹۱، ۲۴۹۲۔ ان میں سے اول الذکر دوسری سند سے حضرت انس بن مالکؓ سے مفصل مروی ہے اور دوسری مختصر انداز سے۔ حضرت عطاء بن یسار کی حدیثِ حضرت ام سلیمؓ کی بہن حضرت الرُمَیصَاء سے صرف رویاءِ صادقہ بیان کرتی ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ تبصرہ

ہے کہ اس خبر کو بیان کرنے میں وہ کمی بیشی کرتے ہیں: ''وساق ہذا الخبر یزید وینقص''۔اس کمی بیشی کی تعیین نہیں کرتے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہو حضرت امرأة حذیفہ کی ارضِ روم میں شہادت کا مشاہدۂ حضرت عطاء بن یسار بھی نقل نہیں کرتے۔لہٰذا یہ حدیثِ مصنف سنن ابی داؤد سے قطعی مختلف ہے،اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد نے یہ دل چسپ اطلاع دی ہے کہ حضرت امّ سلیم کی الرمیصاء نامی بہن ان کی رضاعی بہن تھیں۔

حضرت عطاء بن یسارؒ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیؓ کے مولیٰ تھے اور متعدد صحابہ کرام کے ثقہ راوی۔وہ کئی بھائی تھے جن میں سلیمان،عبداللہ اور عبدالملک کا ذکر ان کے ساتھ ابن سعد نے کیا ہے۔حضرت عطاء بن یسارؒ نے سنہ ۱۰۳/ ۲۲/ ۷ میں۔چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی جیسا کہ ابن سعد کی روایت میں ہے جو اصلاً واقدی کی روایت ہے۔ابن سعد نے غیر واقدی کی بیان کردہ تاریخ وفات ۹۴/ ۱۳/ ۷ قبول کی ہے۔(ابن سعد، ۵/ ۸۸۔۸۹ اور ۵/ ۹۳:)انہوں نے مصنف عبدالرزاق کی مذکور بالا حدیث کے مطابق منذر بن زہیر کے غزوۂ روم میں شرکت کی تھی۔

مصنف عبدالرزاق کے محقق گرامیؒ کے تعلیقے کا خلاصہ چند نکات میں بیان کیا جاتا ہے:

۱۔اس حدیث کا سیاق حضرت ام حرام بن ملحانؓ زوجہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث کے مطابق ہے۔

۲۔وہ غزوۂ قبرس میں اپنی سواری سے گر کر شہید ہو گئی تھیں اور وہ غزوہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے عہد میں انجام دیا تھا۔

۳۔امام بخاری نے اس حدیث کو الجہاد اور الاستیذان کے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔

۴۔اگر موجودہ (مصنف کی) حدیث صحیح ہے تو وہ تعددِ واقعات پر محمول کی جا سکتی ہے، اور نہ صحیح کی حدیث اصح ہے۔

۵۔ابوداؤد نے ''ہشام بن یوسف بن معمر بن عطاء بن یسار عن اخت ام سلیم الرمیصاء'' کی سند سے اسی طرح بیان کی ہے۔اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ''صاحبہ قصہ'' حضرت امّ سلیم کی بہن ہیں،اور حضرت ام سلیم کی بہن ام حرام ہیں۔

۶۔لہٰذا جو حضرت عطاء بن یسار نے روایت کی ہے وہ بعینہٖ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

۷۔لہٰذا میں نہیں جانتا کہ مصنف کی حضرت عطا سے روایت میں اختلاف کہاں سے آیا۔

محقق گرامی نے صرف رویائے صادقہ کی بنا پر اس روایتِ مصنف کو حضرت ام حرامؓ کی حدیث بنا دیا ہے۔ عام روایات واقوال کے مطابق انہوں نے بھی حضرت ام حرام کی شہادت کا واقعہ خلافت عثمانی کا بتایا ہے، جب کہ موطا میں وہ زمن معاویہ کا واقعہ ہے، انہوں نے حضرت امراۃ حذیفہ کے حضرت منذر بن زُہیر کے غزدۂ روم کے دوران ارضِ روم میں وفات پانے کے مشاہدے کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث المصنف قطعی دوسرا واقعہ ہے جو حضرت امّ حرامؓ کے واقعے سے مختلف ہے اور بعد کا بھی ہے۔ اس کو کسی طرح بھی حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کی حدیث وواقعے کے مماثل نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ دونوں خواتین اسلام کی شہادتوں کا زمانہ خلافت معاویہ ہی ہے جیسا کہ موطا میں ہے مگر شارحین میں بعض کا خیال دوسرا ہے۔ حضرت محقق کا یہ خیال صحیح ہے کہ حضرت ام سلیم کی بہن حضرت امّ حرام الرمیصاء کہلاتی تھیں اور خود حضرت امّ سلیم العمیصاء۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر نے وضاحت کی ہے مگر اس کے ساتھ قاضی عیاض اور حافظ ابن عبد البر کے اقوال نقل کر کے معاملہ الجھا بھی دیا ہے کہ الرمیصاء کون تھیں اور العمیصاء کون؟ کیوں کہ مؤخر الذکر دونوں بزرگوں نے متضاد باتیں کہی ہیں۔(فتح الباری: ج ۱۱، ص ۸۷)

حدیثِ بخاری: ۲۸۷۷، ۲۸۷۸ میں امام بخاریؒ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رویائے صادقہ کے بعد حضرت انس بن مالکؓ کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابنۃ ملحان نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے شادی کر لی اور حضرت بنت قرظہ کے ساتھ سمندری غزوے میں گئیں اور واپسی پر سواری سے گر کر جاں بہ حق ہو گئیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی تشریحِ حدیث میں بتایا ہے کہ وہ بنت قرظہ حضرت فاختہ زوجہ حضرت معاویہؓ تھیں۔ اس تشریح سے اور دوسری احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان غزواتِ روم میں خواتین اسلام بھی جاتی رہی تھیں۔ ان میں حضرت امراۃ حذیفہ بھی شامل تھیں۔ اس کی شخصیت کی قطعی تعیین مزید تحقیق کی طالب ہے جس کا یہاں موقع نہیں۔ امام بخاری کی متعدد روایات ہیں:

۲۷۸۸، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳ اور ۷۰۰۱۔۷۰۰۲ اوران میں سے متعدد میں اضافے ہیں اور بعض بعض متضاد بھی لگتے ہیں۔ جیسے حدیث: ۲۷۹۹۔۲۸۰۰ میں ہے کہ شام نازل ہونے پر حضرت ام حرام کا انتقال ہوا جب کہ مشہور قبرس کا جزیرہ ہے۔

فلما انصرفوا من غزوتهم قافلين فنزلوا الشام فقربت اليه دابة لتركبها فصرعتها فماتت

حافظ ابن حجر نے اس پر بحث نہیں کی۔(فتح الباری، ۲۳/۶، بحث کے لئے وحی حدیث اور خلافت اموی کے مباحث،)

بہ ہر حال یہ دوسری بحث ہے۔غزوۂ روم سے متعلق حدیثِ مصنف اوراس پر حاشیۂ محقق سے اس وقت بحث ہے۔اس سلسلہ میں ایک امکان یہ بھی نظر آتا ہے کہ اولین راویہ صادقہ نے یہ حدیث حضرت ام حرام سے بیان کی ہو مگر ان کا حوالہ وسند نہ دی۔اس کا شمار مراسیلِ صحابہ میں کیا جا سکتا ہے، جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔صرف اس راویہ صادقہ ہی کا نہیں بل کہ ان سے اخذ کرنے والے حضرت عطاء بن یسارؒ کا معاملہ دل چسپ اور اہم ہے کہ وہ دونوں اس غزوۂ روم میں شریک تھے جو حضرت منذر بن زہیر کی سالاری میں سمندری راستے سے خلافتِ معاویہ میں ہوا تھا۔محققِ گرامی کے تعلیقہ میں بہ ہر حال اس بحث کی گنجائش نہ تھی کہ وہ شرحِ حدیث کا معاملہ ہے تاہم ان کا تعلیقہ تشنہ ہے اوراس سے زیادہ متنِ کتاب کی قرأت وتصحیح کے باب میں خاصا ناقص ہے۔

مختصر تجزیہ

محدثِ جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نہ صرف برصغیر کے بل کہ عالمِ اسلام کے عظیم ترین محدثوں میں سے تھے بل کہ وہ اپنی تحقیقاتِ حدیث اور تدوینِ کتب کے بے مثال کارناموں کی وجہ سے زندہ جاوید علمائے حدیث کے زمرے میں شامل ہیں۔دوسرے مآخذ حدیث کی تدوین وتحقیق کے علاوہ صرف مصنف عبدالرزاق کی تحقیق وتدوین ہی ان کے رتبۂ عالی کو بتاتی ہے۔مصنف عبدالرزاق کی علمی رفعت اورفنی جلالت پر ان کا کام دوسروں کے لئے

سرمۂ بصیرت ہے اور مہمیز تحقیق بھی۔ ان کے جانشینوں خاص کر حدیث کے ماہرین و محققین کو وہ تدوینِ متون اور تحقیقِ نصوص کا طریقہ بتاتا اور رہ نمائی کرتا رہے گا۔

بایں ہمہ وہ تمام علمی جلالت اور فنی مرتبت کے باوجود ایک فردِ بشر تھے جو خطاؤں سے مبرا نہیں ہوتا۔ بہ قول امام مزنیؒ کتاب اللہ کے سوا ہر کتاب میں خطائیں ملیں گی اور ستر بار پڑھی جائے تو ہر بار ایک نئی غلطی ملے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے سوا ہر کتاب کو صحیح بنانے سے انکار فرمادیا ہے۔ یہ تبصرہ ہر کارِ انسانی پر صادق آتا ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ بھی ہے کہ خطاو غلطی سے منزہ ذاتِ بے ہمتا ہی صحیح کتاب نازل کر سکتی ہے اور خطا کار انسانوں کے تمام کاموں میں غلطی اور خطا ضرور ہوگی۔ محدثِ جلیل بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، اپنی تمام تر جلالت و عظمت کے باوجود۔

ان کی تدوینات و تحقیقات میں خطا کاری کا ایک عنصر ان کی بشریت کے علاوہ کثرتِ کار کا تسلط بھی ہے۔ بہ قول ایک مفکرِ اسلام جہانِ مغرب میں ایک کام پوری پوری اکادمی انجام دیتی ہیں وہاں ہمارے علماء تنہا اسے کر ڈالتے ہیں۔ ایک ہی متن کے مختلف مخطوطات کا مطالعہ کرنا، ان کے اختلافات کا پتہ لگانا، ان کی عبارتوں کو صحیح کرنا مشکل امر ہے، اس کارگہی شیشہ گراں میں بڑے سخت مقامات آتے ہیں، اور ان سے عظیم ترین محققین بھی لڑکھڑائے بغیر نہیں گزر پاتے۔ مختصر متن میں اتنی دقتیں نہیں ہوتیں لیکن مصنف عبدالرزاق جیسی ضخیم کتب میں مشکلات و مسائل کا ایک انبارِ عظیم ہوتا ہے۔ ان پر مستزاد احادیث متن کی تخریج اور وہ بھی متعدد مآخذ کتب سے اپنے آپ میں ایک کارِ عظیم و کارِ دقیق ہے۔ حواشی و تعلیقات کا باب اسی طرح بہت وسیع اور پُر خطر ہے اور پورے متن سے انصاف کرنے میں ایک عمر لگ جاتی ہے۔ محدث جلیل اعظمیؒ نے بلا شبہ اپنی ساری عمر اور تمام تر توانائی انہیں تحقیقات میں لگا دی اور سرمایۂ افتخار بنے۔

لیکن استدراک، تجزیہ اور نقد کی دنیا بڑی عجیب ہے۔ وہ عطایا وصفات کا اعتراف کرتی ہے تو اغلاط، خامیوں اور تشنگیوں کا بھی پتہ چلاتی اور ان کی نشان دہی کرتی ہے۔ ایسا نہ کرے تو انصاف کا خوف ہوتا ہے اور حق و باطل اور صواب و ناصواب میں اختلاط کی وجہ سے کاروانِ تحقیق ٹھپ ہو جاتا ہے۔ صرف ثنا خوانی سے کام نہیں چلتا۔ ہمارے محققین و محدثین اور

شارحین و علما نے استدراک و نقد اور تجزیہ و تحلیل کی سان پر بڑے بڑے اکابر کو پرکھا ہے، کھرے کو کھرا کہا اور کھوٹے کا کھوٹ بتایا ہے۔ یہ صرف ایک طالب علمانہ کوشش ہے اور مقصد حدیثِ حدیث ہے۔ وہ بھی حادثاتی طور پر وجود میں آئی ہے کہ نہ ایک حدیثِ مصنف ''تزویج حضرت فاطمہؓ میں نکاح کے وقت طعام'' کی تلاش ہوتی اور نہ اس استدراک و معروضے کی نوبت آتی۔ بلاشبہ اس سے عظمت محقق پر کوئی حرف نہیں آتا۔

اس طالب علمانہ استدراک و نقد میں متون کی تحقیق و تدوین کے چند اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اپنی علمی فرومایگی اور فنی کم نصیبی کا عنصر بھی کارفرما ہے کہ متعدد مقامات و موضوعات میں خلجان کا شکار ہوا۔ متون کی تصحیح و تدوین میں پیش رو محدثین اور محققین کا طریق یہی دیکھا کہ وہ اپنے مرتبہ و محققہ متن میں صحیح عبارت کو ثبت کرتے ہیں اور ناقابلِ فہم اور ناقابلِ حل عبارتوں یا ان کے الفاظ اور فقروں کو اپنے حواشی میں بیان کرتے ہیں، متن کو ناقص نہیں چھوڑتے۔ مخطوطاتِ متن کے اختلافات میں سے بھی وہ اپنی فہم میں صحیح ترین کو کسی ایک سے چن کر لاتے ہیں اور باقی کو حواشی میں لاتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری خاص کر فتح الباری کے متون حدیث میں مختلف محققین نے اختیار کیا ہے۔ اس میں وہ اختلافات کا تصفیہ کرتے ہیں۔ محققِ مصنف عبدالرزاق نے بیشتر مقامات پر اسی طریق کو اختلاف کیا ہے، مگر بعض مقامات پر وہ اسے نظرانداز کر گئے۔ وہ ہم سے زیادہ جانتے تھے کہ بخاری کے مختلف مخطوطات تھے اور ان میں اختلافاتِ الفاظ بھی تھے، مگر تسامح نے ان سے بخاری کے صرف ایک مخطوطے کو یا اس کے ایک لفظ کو حتمی بنا دیا۔ ایسے تسامحات دوسرے مقامات پر بھی ہیں۔

تعلیقات کے باب حضرت محققؒ نے کافی محنت کی ہے اور معانی و مطالب اور تشریح و تعبیر کا بہ ہر طور حق ادا کیا ہے۔ تاہم ان میں بہت سے مقامات پر وہ ضروری تعلیقات سے چوک گئے یا ان کو نظرانداز کر گئے۔ خاص طور سے ان کا گومگو کا طریقہ ہم جیسے مبتدیوں کے لئے خاصا باعثِ خلجان بن گیا ہے۔ وہ صحیح نہیں کہا جاسکتا ہے۔

فہارس میں بھی متعدد صحابہ، تابعین اور شخصیات کا نام نہیں آسکا۔ ان میں امرأۃ حذیفہ، منذر بن زہیر کے علاوہ دوسرے شامل ہیں اگرچہ وہ ناشر کا کام ہے۔ بخاری اور فتح الباری کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ مگر بسا اوقات حدیث یا واقعہ تاریخی کا وسیع تر تناظر ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً

حضرت ام حرام بن ملحانؓ کی حدیث/ احادیثِ بخاری صرف ایک واقعہ بیان کرتی ہیں جو ایک خاص مدت سے محدود ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں حدیث امرأۃ حذیفہ دوسرا واقعہ بیان کرتی ہے جو دوسری زمانی توقیت رکھتا ہے۔ دونوں کا فرق نہیں ملحوظ رہا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عام خیال میں خلافتِ عثمانی میں صرف ایک اور اس طرح خلافتِ اموی میں صرف ایک غزوہ بسا ہوا ہے، جب کہ غزواتِ روم کی ایک بیس سالہ کہکشاں خلافتِ معاویہ میں اور اس سے زیادہ خلافتِ اموی میں نظر آتی ہے۔ وسیع تر اور مجموعی تاریخی تناظر میں مطالعہ کرنے سے حدیث مصنف کا مصداق و مطلب واضح طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اور صرف اسی حدیث اور واقعہ کے باب میں نہیں، دوسرے واقعات و احادیث کے معاملے میں اس مجموعی تناظر کی ضرورت ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں متعدد بل کہ بہت سی نئی احادیث و روایات ہیں جن کو شواہد بخاری وغیرہ کہا جا سکتا ہے بل کہ زمانی توقیت سے بخاری وغیرہ کی احادیث شواہد کے ضمن میں آتی ہیں۔ امام بخاری نے اسی طرح امام عبدالرزاق کی احادیث بھی ان کے سلسلہ سند سے لی ہیں، جیسے ابن اسحاق کی روایات کی شواہد فراہم کی ہیں اور ان کی روایات بھی لی ہیں۔ دونوں کے طریقۂ روایات پر بھی حضرت محقق نے تعلیقہ نہیں لکھا، اسی طرح بعض اضافات خاص کر ضعیف روایات و احادیث پر بھی نقد و استدراک نہیں کیا۔ تدوین جدید میں ان پر کام کیا جانا چاہے۔

منتخب کتابیات

☆ ابن سعد۔ الطبقات الکبری۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ طبع جدید غیر مؤرخہ

☆ ابن کثیر دمشقی۔ البدایہ والنہایہ۔ مطبعہ دار السعادہ، مصر۔ ۱۹۳۲ء

☆ ابن کثیر دمشقی۔ تفسیر القرآن العظیم۔ المکتب العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۹ء طبع جدید (ایک مجلد میں)

☆ بخاری۔ فتح الباری۔ تحقیق عبداللہ بن باز وغیرہ، دار السلام ریاض، ۱۹۹۷ء

☆ طبری۔ تاریخ طبری۔ مرتبہ محمد ابو الفضل ابراہیم۔ دار المعارف، مصر، ۱۹۶۲ء

☆ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی۔ المصنف۔ مرتبہ حبیب الرحمٰن اعظمی۔ المجلس العلمی ڈابھیل وغیرہ، ۱۹۸۳ء

☆ مالک بن انس، الموطأ۔ مرتبہ د۔ بشار عواد معروف۔ دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۷ء (حدیث: ۱۳۳۶، حدیث حضرت ام حرام بنت ملحان، حاشیہ محقق: ۱۔۴)

☆ محمد یٰسین مظہر صدیقی۔ خلافت اموی، خلافت راشدہ کے پس منظر میں۔ مکتبہ الفہیم مئو ناتھ بھنجن، ۲۰۱۰ء (خاص بحث: غزوات روم، ۱۳۰۔۱۷۴)

☆ محمد یٰسین مظہر صدیقی۔ وحی حدیث۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی، ۲۰۰۴ء (بحث: اموی خلافت سے متعلق رویاء نبوی، ۱۰۱۔۱۱۰، تمام روایات بخاری)

جدید اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

نصابی اور تدریسی ضرورتوں کے لئے انتہائی مفید

اسلامی بنکاری۔ایک تعارف

ڈاکٹر محمود احمد غازی

ترتیب: سید عزیز الرحمٰن

صفحات ۲۲۴ قیمت: ۱۸۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: 021-36684790

E-mail: info@rahet.org

www.rahet.org